اسلامی تہذیب میں دستوری سازی کا نظام

اسلام نے ایسے احکام و قوانین بنائے جس نے لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی اور دنیا و آخرت میں ان کے لئے کامیابی کا ضامن بھی رہا۔ اسلامی قانون سازی کے مآخذ درج ذیل ہیں:

۱- قرآن کریم

قرآن کریم اسلامی دستور سازی کا پہلا مصدر و ماخذ ہے. اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَأَنِ ٱحۡكُم بَيۡنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡ وَٱحۡذَرۡهُمۡ أَن يَفۡتِنُوكَ عَنۢ بَعۡضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَ ﴿٤٩﴾ ﴾ (المائدة:٤٩) "اے محمد ﷺ ' تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنہ میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو اللہ نے تمھاری طرف نازل کی ہے"۔

اللہ کی شریعت میں باطل نہ آگے سے آتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ بلکہ یہ شریعت اللہ کی طرف سے نازل کردہ شریعت ہے اسی لئے کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس شریعت کو چھوڑ کر کسی دوسرے قانون کی پابندی کرے۔ اگر کوئی شخص ایسے قانون کی اتباع کرے جو اللہ کی شریعت کے مخالف ہو، اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ حرام کرے اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے حلال کرے تو وہ ملت سے خارج ہے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے ایسے قانون ساز لوگوں کو ان معبودان باطلہ میں شمار کیا ہے جنکی اللہ کے مقابلہ میں عبادت کی جاتی ہے اور اسی مفہوم کو حضور اکرم ﷺ نے عدی بن حاتم کے سامنے بیان کیا جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الوَثَنَ، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ: {اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ} ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ. (احمد و ترمذی)

عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میرے گردن میں سونے کی صلیب تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس بت کو اپنی گردن سے پھینک دو اور میں نے آپ ﷺ سے قرآن کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ﴿ ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗاۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ سُبۡحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴿٣١﴾ ﴾ (التوبة: ٣١) " انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن

مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں"۔

تو عدی بن حاتم نے کہا کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ انہوں نے حلال چیز کو حرام کیا اور حلال چیز کو حرام کر دیا، پھر لوگوں نے ان کی اتباع کی، یہی ان کی عبادت ہے۔

قرآن کریم نے تمام چیزوں کا حکم بیان کیا چاہے وہ حکم نص میں موجود ہو یا ان قواعد کے ضمن میں ہو جو گزرے ہوئے زمانے کے ساتھ ساتھ معاملات کے وجود آنے پر بنائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ مَّا فَرَّطْنَا فِي ٱلْكِتَٰبِ مِن شَيْءٍ ﴿٣٨﴾ ﴾ (الأنعام: ٣٨) "ہم نے تقدیر کے نوشتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے"۔

قرآن کریم کے احکام دو طرح کے ہیں:

۱- ثابت شدہ احکام: جن کے بارے میں قرآنی نص ہو۔ اس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے، البتہ نصوص سے استنباط اور استدلال کیا جائیگا۔

۲- غیر ثابت شدہ عام قاعدے: استنباط پر قادر لوگوں کو ان معاملات میں اجتہاد کرنے اور قانون بنانے کا حق ہے بشرطیکہ اسلام کے عام قواعد سے متصادم نہ ہوں۔ ان قواعد میں وہ چیزیں بھی آتی ہیں جو اسلام نے سیاسیات اور معاشیات وغیرہ کے میدان میں پیش کی ہیں۔

۲- صحیح احادیث نبوی

قرآن کریم کے بعد صحیح حدیث نبوی اسلامی دستور سازی کا دوسرا ماخذ ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴿٧﴾ ﴾ (الحشر: ٧) "رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں لے لو، اور جن چیزوں سے روکیں رک جاؤ" اور اللہ تعالی دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾ (النساء: ٦٥) " نہیں اے محمد ﷺ، تمھارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کریں"۔

اسی لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم ان معاملات میں سنت کی طرف رجوع کریں جن میں قرآن کریم سے کوئی واضح دلیل نہ ہو اور بغیر چوں چرا ہم صحیح سنت کو قبول کرلیں کیونکہ سنت نبوی یا تو قرآن میں موجود احکام کو بیان کرتی ہے یا مجمل احکام کو تفصیل سے بیان کرتی ہے یا نئے احکام بیان کرتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم نے پانچ نمازوں کا

ذکر کیا ہے اور انہیں ادا کرنے کا حکم دیا ہے لیکن رکعات کی تعداد، اس کی ہیئت اور اس کی ادائیگی کا طریقہ قرآن نے نہیں بتایا ہے، لیکن سنت سے یہ تمام چیزیں ہمیں تفصیل سے ملتی ہیں۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں عبادات اور معاملات میں ملتی ہیں۔

۳- اجماع

علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اجماع قرآن اور صحیح سنت کے بعد اسلامی دستور سازی کا تیسرا ماخذ ہے۔ اجماع کی تعریف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد امت اسلامیہ کے تمام مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر اتفاق ہو جائے جس میں قرآن وسنت سے کوئی نص نہ ہو۔ فقہاء کے نزدیک کسی مسئلہ پر اس وقت تک اجماع نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اس میں قرآن اور صحیح حدیث کی تائید حاصل نہ ہو۔

مجتہدین سے مراد وہ علماء ہیں جو قرآن وسنت کی دلیلیں اور علماء کی آراء سے واقف ہوں، مسائل کے استنباط اور استخراج پر قادر ہوں اور اجماع کی مختلف دلیلیں ہیں۔

قرآنی دلیل: اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ ﴾ (النساء: ١١٥)

"جو شخص رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور کی روش پر چلے دراں حالیکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو، تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم مین جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے"۔

"سبیل المومنین" اس سے مراد مومنوں کا وہ راستہ ہے جس پر امت کے مجتہدین علماء متفق ہوں۔

سنت سے دلیل: بے شمار صحیح احادیث ہیں جو اجماع پر دلالت کرتی ہیں رسول اللہ نے فرمایا:

"ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ العَمَلِ لِلَّهِ، وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ المسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ " (ترمذی اور ابن ماجہ)

"مسلمانوں کا دل تین چیزوں میں خیانت نہیں کرتا، عمل کو خالص اللہ کے لئے انجام دینا، مسلمانوں کے ائمہ کی خیر خواہی کرنا، اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا"۔

ایک دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللَّهِ مَعَ الجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ " (ترمذی) " اللہ تعالی میری امت کو گمراہی پر اکٹھا ہونے نہیں دے گا، اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے جو شخص جماعت سے الگ ہو گیا وہ آگ میں ڈال دیا گیا"۔

قیاس

قرآن کریم، سنت اور اجماع کے بعد قیاس اسلامی دستور سازی کا چوتھا ماخذ ہے۔ حدیث میں ہے "أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللَّهَ فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالوَفَاءِ» (بخاری و مسلم) "جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی اور مر گئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں' اس کی طرف سے حج کرو اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا اسے ادا نہ کرتی؟ اور اللہ تعالی کا حق تو اور بھی پورا کئے جانے کا مستحق ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیاس کا استعمال کیا، حج کے معاملہ کو قرض کے معاملہ پر قیاس کیا۔ اگر وہ عورت اپنی ماں کا قرض ادا کر سکتی ہے تو اسی طرح وہ اپنی ماں کی طرف سے حج بھی کر سکتی ہے۔

اگر کسی مجتہد کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہو اور اسے قرآن و سنت میں کوئی صریح نص نہ ملے اور نہ ہی علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہو، تو ایسی صورت میں مجتہد اس کے مشابہ مسئلہ تلاش کرے گا جس کا حکم معروف ہو اور ان دونوں مسائل کے درمیان کوئی علت (سبب) موجود ہو تو مجہول مسئلہ کا حکم وہی ہو گا جو معلوم مسئلہ کا حکم ہے اور اسی کا نام قیاس ہے۔

جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ قیاس حجت ہے اور اس کی حجیت کی دلیل قرآن و سنت اور افعالِ صحابہ میں موجود ہے۔

قرآن سے دلیل: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ٥٩ ﴾ (النساء: ٥٩)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے"۔

اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں اللہ کی کتاب اور سنت رسول کی طرف رجوع کیا جائے، لہذا جس مسئلہ میں کوئی حکم نہیں ہے اس کو اس مسئلہ پر قیاس کیا جائیگا جس میں کوئی حکم موجود ہو بشرطیہ کہ ان کے درمیان کوئی علت (سبب) موجود ہو۔

سنت نبوی سے دلیل: بے شمار دلیلیں ہیں۔ اس میں سے ایک دلیل وہ جو قیاس کے شروع میں گزر چکی ہے۔

افعال صحابہ سے دلیل: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ چنا اور ان پر بیعت کی، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں نماز کی امامت کے لئے منتخب کیا تھا، تو مسلمانوں نے امامت کبری کو امامت صغری پر قیاس کیا اور کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دینی معاملے کے لئے منتخب کیا تھا تو ہم کیوں نا آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے دنیاوی معاملے کے لئے منتخب کریں۔

اس کے علاوہ علماء کرام نے احکام کے استنباط کے لئے دوسرے مآخذ اور مصادر کا ذکر کیا ہے جیسے مصالح مرسلہ [۱]، استحسان [۲]، استصحاب [۳]، ہم سے پہلے کی شریعت، جو چیز ہماری شریعت کے مخالف نہ ہو، صحابی کا قول جب کہ وہ شریعت کی روح کے موافق ہو۔

اس طرح اسلام کے دستوری نظام کا امتیاز اور تہذیب کی تعمیر میں اس کا اثر بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔

---

(۱) — عمومی مصلحت کا خیال کر کے کوئی قانون بنانا چاہے وہ مصلحت دینی ہو یا دنیاوی۔

(۲) — ظاہری قیاس کے مقابلہ میں ہر دلیل استحسان کہلاتی ہے یا کچھ لوگوں نے اس کی تعریف یہ کی ہے "قیاس کو چھوڑ کر اس چیز کو لینا جو لوگوں کے لئے زیادہ موزوں ہو"۔

(۳) — کسی زمانہ میں کوئی حکم ثابت ہو پھر اسی حکم کو دوسرے ادوار میں بھی باقی رکھنا یہاں تک کہ کوئی حدیث اس کی رد کر دے۔